خدا میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ [۳۳] ایک دفعہ آپؐ کہیں دعوت میں جا رہے تھے، امام حسینؑ راہ میں کھیل رہے تھے آپؐ نے آگے بڑھ کر ہاتھ پھیلا دیئے وہ ہنستے ہوئے قریب آ آ کر نکل جاتے، بالآخر آپ نے ان کو پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ ان کی ٹھوڑی پر اور ایک سر پر رکھ کر سینے سے لپٹا لیا۔ پھر فرمایا:

الحسین منی و انا من الحسین [۳۴]

حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔

آپؐ کی محبت و شفقت کے یہ مظاہر ہیں جو آپؐ کی شخصیت کے صحیح خدوخال واضح کرتے ہیں۔ آپؐ عام بچوں سے بھی بے حد شفقت فرماتے تھے۔ آپؐ کو بچوں کی تربیت اور ان کے آرام کا ہمیشہ خیال رہتا۔

عن انس بن مالکؓ: قال انی لادخل فی الصلوٰۃ و انا ارید اطالتھا فاسمع بکاء الصبی فاتجوز فی صلوٰتی مما اعلم من شدۃ وجد امہ من بکائہ۔ [۳۵]

حضرت انسؓ کہتے ہیں کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ میں نماز شروع کرتا ہوں اور ارادہ ہوتا ہے کہ دیر میں ختم کروں گا تو دفعتہً کسی بچے کے رونے کی آواز آتی ہے۔ میں نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو تکلیف ہوتی ہے۔ جابر بن سمرہ صحابی تھے۔ وہ اپنے بچپن کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے آنحضرتؐ کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپؐ اپنے گھر کی طرف چلے۔ میں بھی ساتھ ہو لیا کہ ادھر سے چند لڑکے نکل آئے۔ آپ نے سب کو پیار کیا اور مجھے بھی پیار کیا۔ [۳۶] آپؐ کا معمول تھا کہ سفر سے تشریف لاتے تو راہ میں جو بچے ملتے ان میں سے بعض کو اپنے ساتھ سواری پر آگے پیچھے بٹھاتے۔ راستے میں بچے

---

۳۳ بخاری، ادب المفرد (مترجم) صـ ۱۰۵

۳۴ بخاری، ادب المفرد (مترجم) ص ۱۷۱

۳۵ بخاری۔ کتاب الصلوٰۃ باب من اخف الصلوٰۃ عند بکاء الصبی ج ۱، ص ۶۵

۳۶ مسلم باب طیب رائحۃ النبیؐ۔

مل جاتے تو ان کو خود سلام کرتے ۔ ایک دفعہ آپؐ کے پاس کہیں سے کپڑے آئے جن میں ایک سیاہ چادر بھی تھی جس میں دونوں طرف آنچل تھے ۔ آپؐ نے حاضرین سے کہا یہ چادر کسے دوں ؟ لوگ چپ رہے تو آپؐ نے فرمایا اُم خالد کو لاؤ ۔ وہ آئیں تو اُن کو پہنادی ۔ اور دو دفعہ فرمایا " پہننا اور پرانی کرنا " چادر میں بیل بوٹے تھے آپؐ ان کو دکھا دکھا کر فرماتے "ام خالد دیکھنا یہ حسنہ ہے یہ حسنہ ہے"[۳۸] یعنی ملک حبشہ کے بنے ہوئے ہیں ۔ حبشہ کو بچی کی زبان کی رعایت سے " حسنہ " کہا ۔

بچوں پر شفقت کرنا اسلامی معاشرے کی اہم ترین خصوصیات میں سے ہے ۔ حضورؐ نے ایک جامع معاشرتی اصول بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے :

عن عمرو بن شعیبؓ عن ابیہ عن جدہ : قال : قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیس منا من لم یرحم صغیرنا ولم یعرف شرف کبیرنا ۔[۳۹]

عمرو بن شعیبؓ بواسطہ والد اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ پہچانے وہ ہم میں سے نہیں ہے ۔

---

۳۷ ابوداؤد ، کتاب الادب باب السلام علی الصبیان ج ۴ ، ص ۴۷۶

۳۸ بخاری ، کتاب اللباس باب الخمیصۃ السوداء ج ۴ ، ص ۲۱

۳۹ ترمذی ۔ ابواب البر والصلۃ باب ماجاء فی رحمۃ الصبیان ج ۱ ، ص ۸۱ مطبوعہ کراچی ۔

مسئلہ زمین اور اسلام : پروفیسر محمود احمد

زرعی مسائل کا حل پاکستان کی سیاسی اور معاشی زندگی کے لیے نہایت اہم ہے ۔ کتاب اسی مسئلہ کو حل کرنے کی ایک سعی بلیغ ہے ۔

صفحات : ۲۳۴ قیمت : ۲۵ : ۴ روپے

پتہ : ادارۂ ثقافت اسلامیہ ، کلب روڈ لاہور

محمد حنیف ندوی

ایک آیت

ان اللہ لا یستحیی ان یضرب مثلا ما بعوضۃ فما فوقھا فاما الذین آمنوا فیعلمون انہ الحق من ربھم و اما الذین کفروا فیقولون ماذا اراد اللہ بھذا مثلا یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا ط وما یضل بہ الا الفسقین ۰

ترجمہ : خدا کو اس بات سے عار نہیں کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز کی مثال بیان کرے جو مومن ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ ان کے پروردگار کی طرف سے سچ ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے خدا کی کیا مراد ہے۔ اس سے خدا بہتوں کو گمراہ کرتا ہے اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے۔ اور گمراہ بھی کرتا ہے تو منافقوں کو۔

تشریح و توضیح : سادہ لفظوں میں آیت کا مطلب یہ ہے کہ جہاں تک مطالب و معانی قرآن کو تفصیل و وضاحت سے بیان کرنے کا تعلق ہے اللہ تعالیٰ کو پورا پورا اختیار ہے کہ کوئی سا پیرایۂ بیان اختیار کرے اور اگر تشبیہ و تمثیل کے ذریعے کوئی نکتہ واضح کرنا مقصود ہو تو بغیر کسی جھجک کے اس تشبیہ و تمثیل کا ذکر کرے، کیونکہ اصل غرض تو یہ ہے کہ اسلام کے بنیادی تصورات کو کسی نہ کسی طرح دلوں میں اتارا جائے۔ رہا انداز بیان، اور اسلوب اظہار تو اس کی خوبیوں اور معجزہ طرازیوں کو اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اور کون جان سکتا ہے۔

بات بالکل واضح ہے۔ معنوی اعتبار سے اس میں اشکال کی نوعیت یہ ہے کہ سارے قرآن میں اللہ تعالیٰ نے مچھر کا کہیں بھی ذکر نہیں کیا۔ مفسرین نے اس اشکال سے بچنے کے لیے تاویل و تفسیر کی دو راہیں اپنائی ہیں۔ یا تو اس اعتراض کا ہدف منافقین کے بارے میں یہ تشبیہ ہے کہ یہ مطلب برآری کے لیے اسلام کا دم بھرتے ہیں اور ان کی بدنصیبی اس شخص کی سی ہے جس

نے آگ جلائی اور جب آگ کی روشنی سے گرد و پیش جگمگا اٹھا تو یہ اپنی بینائی کھو بیٹھے۔ منافقین نے اپنے بارے میں جب اس چبھتی ہوئی تشبیہ کو سنا تو بلبلا اٹھے اور کہنے لگے بھلا یہ بھی کوئی تک ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب میں اس طرح کی حقیر تشبیہات کا ذکر کرے۔ اور یا پھر مفسرین کے نزدیک اس اعتراض کا ہدف قرآن حکیم کے وہ مقام ہیں جن میں مکڑی، مکھی اور شہد کی مکھی کا ذکر کیا گیا ہے۔ منافقین اور یہودیوں کا کہنا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب کو اس سے کہیں بلند و ارفع ہونا چاہیے کہ اس میں مکھی اور مکڑی جیسے حقیر حشرات کا ذکر ہو۔

اعتراض بہرحال اعتراض ہی تو ہے اس کا معقول ہونا کب ضروری ہے۔ اس لیے منافقین یا یہودیوں نے اگر ان تمثیلات سے متعلق زبان طعن وا کی تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ مخالف یا دشمن ہونے کی وجہ سے ان کو حق پہنچتا ہے کہ اسلام اور قرآن کے بارے میں جو چاہیں کہیں۔ لیکن اس کے باوجود اس انداز کی تفسیر سے دل پوری طرح مطمئن نہیں ہو پاتا۔ عدم اطمینان کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ اگر یہود و منافقین کو تمثیلات کا مذاق ہی اڑانا تھا تو ان تمثیلات کا ذکر کیا ہوتا جو قرآن میں مذکور ہیں۔ مچھر کا جب قرآن میں ذکر ہی نہیں تو اس پر اعتراض کے کیا معنی؟ اور پھر اللہ تعالیٰ کو کیا پڑی ہے کہ اس تمثیل کے بارے میں جواب دیں جو سرے سے قرآن میں موجود ہی نہیں۔ اگر منافقین اور یہودیوں نے ناسمجھی سے مچھر کا ذکر کیا تھا تو جواب میں کہا جا سکتا تھا کہ بھلے مانسو! اعتراض کرنے سے پہلے یہ تو دیکھ لو کہ قرآن میں کہیں مچھر کا ذکر بھی ہے۔

عدم اطمینان کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن حکیم جس اعتراض کا جواب اس آیت میں دے رہا ہے اس کو اس درجہ اہم قرار دیتا ہے کہ جس کی بنا پر اکثر لوگوں کو ٹھوکر لگتی ہے۔ یعنی سوائے لوگوں کے جن کا قلب و ذہن، نورِ ایمان سے روشن ہے اور کوئی شخص اس معاملہ میں راہ راست پر قائم نہیں رہ سکتا۔ لیکن اگر منافقین اور یہودیوں کے اس اعتراض کو صرف اسی حد تک محدود سمجھ لیا جائے کہ تمثیل کا یہ اسلوب قرآن کے شایانِ شان نہیں تو یہ اعتراض اس اہمیت کا حامل نہیں ثابت ہوتا کہ یہ عظیم فتنہ کا سبب قرار پائے اور لوگوں کے لیے لغزشِ فکر کے مواقع فراہم کرے کیونکہ زیادہ سے زیادہ اعتراض کی یہ نوعیت لسانیات سے متعلق ہے عقائد

سے نہیں۔

تاویل و تعبیر کے اس انداز کے نہ جچنے کی تیسری فیصلہ کن اور اہم وجہ یہ حقیقت ہے کہ قرآن میں جہاں مکڑی اور مکھی کا ذکر کیا گیا ہے وہ پیرایۂ بیان کے حسن و خوبی کی ایسی درخشاں مثال ہے جس کی نظیر نہیں پیش کی جا سکتی۔ اس کو محل اعتراض ٹھہرانے کی بجائے ذوقِ سلیم کا فیصلہ یہ ہے کہ قرآن حکیم نے نظریہ توحید کی منطقی استواری اور معقولیت اور شرک کی کمزوری اور بودے پن کو حسین بلیغ ڈھنگ سے پیش کیا ہے اس پر نہ صرف کسی اضافہ کی گنجائش نظر نہیں آتی۔ بلکہ الٹے قرآن کے اسلوبِ ابلاغ کا اعجاز ذوق و ادراک کو متاثر کرتا دکھائی دیتا ہے۔

مثال کے طور پر مکڑی کی مثال پر غور کیجیے۔ سورۂ عنکبوت کی اکتالیسویں آیت دیکھیے۔ اس میں قرآن حکیم اس حقیقت کو واضح کرنا چاہتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دیوی دیوتاؤں کا سہارا ڈھونڈتے ہیں ان کی بے چارگی اور بے بسی کا کیا عالم ہے۔ ان کی مثال مکڑی کی مانند ہے جو بڑی محنت و کاوش سے پیچیدہ اور حسین تر گھر بناتی ہے لیکن یہ گھر اتنا ناپائیدار اور بودا اور کمزور ثابت ہوتا ہے کہ ہوا کا ایک ہی جھونکا اس کے تار و پود کو بکھیر دینے کے لیے کافی ہے کیوں؟ اس لیے کہ

ان اوھن البیوت لبیت العنکبوت۔

سب گھروں سے کمزور گھر مکڑی کا گھر ہے۔

ٹھیک اسی صورت حال سے مشرکینِ مکہ دوچار ہیں۔ یہ جن کو پوجتے ہیں اور جن آلہہ کے آگے دستِ طلب دراز کرتے ہیں اور اللہ کے سوا جن سے تمنا و آرزو کی جو پناہ گاہیں تعمیر کرتے ہیں، ان سب کا یہ حال ہے کہ یہ حد درجہ کمزور ہیں اور ان میں قطعی اتنی سکت نہیں کہ توحید کی استواریوں کا مقابلہ کر سکیں۔

مثال کے تیور دیکھیے اور بتائیے کہ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے کیا اس سے بہتر پیرایہ اختیار کیا جا سکتا ہے؟ اس مثال میں تو مشرکینِ مکہ کی نفسیات بیان کی گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے مضبوط سہارے کو چھوڑ کر یہ ان سہاروں کے درپے ہیں جن میں ذرا بھی استحکام نہیں۔ اور سورۂ حج کی اس آیت میں جس میں مکھی کا ذکر ہے اس میں ان کے آلہہ کے بارے میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ کتنے کمزور

بے بس اور بے اختیار ہیں۔ پیرایۂ بیان کی فصاحت و بلاغت آیت کے ہر لفظ سے عیاں ہے دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ یہ تمثیل بجائے خود کس درجہ واضح، مکمل اور جچی تلی ہے:

یایها الناس ضرب مثل فاستمعوا له ان الذین تدعون من دون اللہ لن یخلقوا ذبابا ولو اجتمعوا له ط وان یسلبهم الذباب شیئا لا یستنقذوه منه ضعف الطالب والمطلوب ۝

- لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اس کو غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم خدا کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لیے سب مجتمع ہو جائیں۔ اور اگر ان سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اسے اس سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب دونوں کمزور اور گئے گزرے ہیں۔

کیا حسنِ ادا کی اس سے بہتر مثال کہیں مل سکتی ہے؟

تیسرا مقام جہاں شہد اور شہد کی مکھی کا ذکر ہے اپنے دامن میں اس طرح سائنس اور طب کی گراں قدر حقیقتوں کو لیے ہوتے ہے کہ اعتراض تو کیا اس دور کے علوم و فنون کو قرآن کا ممنون ہونا چاہیے کہ جن حقائق کے بارے میں علوم و فنون کو نشان دہی کرنا چاہیے تھی ان کی طرف پہلے پہل قرآن نے توجہ دلائی۔

اس وضاحت سے بتانا یہ مقصود ہے کہ منافقین اور یہود مدینہ لاکھ اسلام کے دشمن سہی، اتنے بدذوق اور کم فہم تو نہیں ہو سکتے کہ اسلوب بیان کی ان معجزہ طرازیوں کو عیب سمجھنے لگیں۔ ہم جانتے ہیں کہ معترض اپنے تعصبات میں اندھا ہو جاتا ہے۔ ہم اس حقیقت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ دشمن عموماً معقول اور غیر معقول اعتراض میں امتیاز روا نہیں رکھتا۔ لیکن پھر بھی ہنر کو عیب اور حسن کو قبیح قرار دینے کے لیے کوئی وجہ جواز بھی تو ہونی چاہیے۔ بالخصوص یہودیوں کو تو اس وجہ سے بھی ان تمثیلات پر اعتراض کرنے کا حق نہیں پہنچتا کہ خود تورات اور صحف قدیمہ میں اس طرح کی بیسیوں مثالیں ملتی ہیں۔ یہی نہیں سلیمان کی کتاب غزل الغزلات میں تو ایسی ایسی تشبیہات مذکور ہیں کہ آپ پڑھیں تو سر پیٹ کر رہ جائیں اور سوچنے پر مجبور ہو جائیں کہ آیا کوئی الہامی صحیفہ ابتذال کے اس حضیض کو قبول کر سکتا ہے۔

اور تو اور عربیت کے نقطۂ نظر سے بھی دیکھیے تو یہ اعتراض اس درجہ اہم نہیں کہ لوگ اسے